سوال: اقبال کی مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق'' کا فنی جائزہ لیجئے۔

جواب۔ کہا جاتا ہے کہ علامہ اقبال کا سارا کلا بمنزلۂ جسم اور ''پس چہ باید کرد ائے اقوام مشرق'' اس کا دل ہے۔ جب علامہ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے زیر لب تبسم سے اس کی تائید کی۔ اگر اس کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور ان رموز کی وضاحت کی جائے تو یہ اقبال کی دوسری تصنیفات سے ممیّز ہے۔

''پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق'' فارسی میں علامہ اقبال کی آخری مثنوی ہے۔ جو ان کے شاہکار ''جاوید نامہ'' کے بعد تصنیف ہوئی۔ یہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس مین اقوام مشرق بالخصوص مسلم اقوام سے خطاب ہے جو اقبال کی دلچسپیوں اور فکر و فن کا محور ہے۔ اس میں اقبال کا رجحان قطعی ہے۔ وہ اس صورت حال سے دو چار ہیں جس میں نیرنگی حالات کا باعث مغرب غالب اور مشرقی زیر دست تھا۔ وہ سنگینی حالات سے دو چار تھے اور دفاع کے ساتھ جارحانہ اقدام پر مجبور۔ دراصل سوال غالب و مغلوب کا تھا۔ جس میں غالب نشۂ اقتدار میں چور اور نسل و تہذیبی تفاخر میں مبتلا تھا۔ اقبال نے دیکھا کہ ایک طوفان حوادث چاروں طرف برپا ہے۔ ہر طرف آگ لگ رہی ہے۔ ایسے میں کوئی کب تک اپنا دامن طوفان سے بچا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

یہ نیا سلسلۂ انقلاب ایک طویل دور انقلاب کی تمہید تھا۔ نہیں صدیوں بعد نئے قلب پیدا کرنے والے اسباب رونما ہو رہے تھے۔ اقبال کا ذہن بیک وقت کتنے ہی منطقوں میں کام کر رہا تھا۔ مقامی حالات برصغیر میں نت نئی کروٹیں لے رہے تھے۔ دنیائے اسلام کے پے در پے حادثات، طوفان مغرب کے روز افزوں تھپیڑے، رقابت، خود فروشی، ہوسناکی، نسلی تکبر ایک نہ تھمنے والا طوفان تھا۔ یہ مغرب کے مسلسل ارتقاپذیر علوم وفنون اور افکار ونظریات نیز مغربی تہذیب وتمدن کے بے پناہ یلغار نے مشرق کے نظام کہن کو پارپارہ کر دیا تھا۔ نئی اور پرانی روایات و انقلاب قدیمیت اور جدیدیت کا آپسی تفرقہ یہ عظیم مسائل تھے۔ اقبال نہیں چاہتے تھے کہ مشرق کی قومیں مغرب کے نقش قدم پر چلیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مشرق دوسرا مغرب ہو جائے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مشرق کی خودی مغرب کی خودی سے مل جائے اور خودی مخلوط ہو جائے۔

اقبال مغرب سے قریب ہونے کے باوجود مشرق کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اپنا تشخص برقرار رکھے۔ اپنی وضع کو ضائع نہ کرے۔ مشرق کی قومیں کسی اعبار سے بھی مغرب کی دست نگر نہ ہوں جس کے سبب ان کی فکری اور روحانی قوتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں۔

آخر کار شاعر کو آخر میں حضور رسالت مآب ﷺ میں عرض پرداز ہونا پڑا۔ وہ خود مرض میں مبتلا اور ان کی امیدوں کی سرزمین مشرق جن کی رحمتہ اللعالمین اقوام وملل کے امراض کے چارہ گر ہیں۔ وہ ان کے سامنے عرب وعجم کا نقشہ کھینچ کر دکھاتے ہیں اور کسی حسرت سے کہتے ہیں۔